HABIBIA ISLAMICUS (The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Bi-Annual) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,**
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

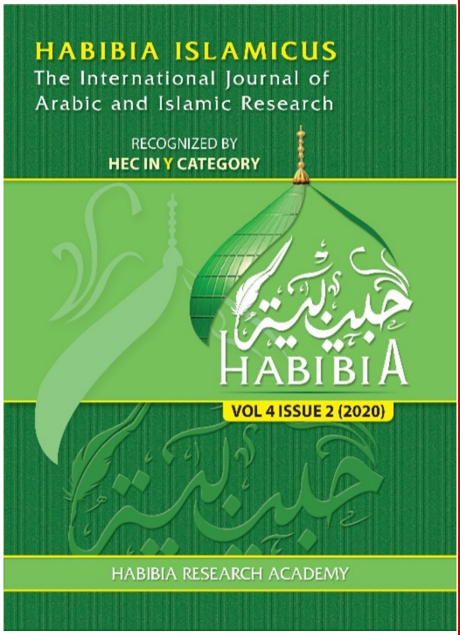

TOPIC:

NECESSARY PRECAUTIONS IN INFECTIOUS DISEASES A RESEARCH REVIEW

وبائی امراض میں ضروری احتیاطی تدابیر

AUTHORS:

1. *Muhammad Usman Khalid, Research Scholar, Dept., of Islamic Studies, University Engineering and Technology, Lahore. Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-6391-8474*
2. *Dr Abdul Razaq, Chairman, Islamic Studies Dept. Ghazi University, Dera Ghazi Khan. Email: arazaq@gudgk.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-2152-4060*
3. *Dr. Iftikhar Alam, Assistant Professor of Islamic Studies, University of Okara. Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-2832-0324*

HOW TO CITE: *Khalid, Muhammad Usman, Abdul Razaq, and Iftikhar Alam. 2021. "URDU 5 NECESSARY PRECAUTIONS IN INFECTIOUS DISEASES A RESEARCH REVIEW: وبائی امراض میں ضروری احتیاطی تدابیر". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (2):71-85. https://doi.org/10.47720/hi.2021.0502u05.*
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/208
Vol. 5, No.2 || April –June 2021 || P. 71-85
Published online: 2021-06-21

QR. Code

NECESSARY PRECAUTIONS IN INFECTIOUS DISEASES A RESEARCH REVIEW

وبائی امراض میں ضروری احتیاطی تدابیر

Muhammad Usman Khalid, Abdul Razaq. Iftikhar Alam

ABSTRACT

Nowadays, in order to understand the Shari'ah rules regarding the spread of the coronavirus and the precautions to be taken against it, it seems appropriate to consider the following points: The cause of deadly epidemics is the negligence in the rights of Allah and the rights of His bondsmen and the abundance and audacity of the declared sins, ignoring the punishment of Allah. When a nation openly becomes a victim of collective negligence in religious rules, Allah Almighty draws them to Himself by frightening them in various ways. One of these methods is to spread any of the deadly epidemics. However, if one abides by the rules of Islam in such a situation, this punishment will also become a mercy of Allah for him. Therefore, in this world, suffering and calamity befalls the righteous believer and the believer who commits sins and the disbeliever is of course no exception. The worldly grip is proved before the torment of the day of judgement so that the disbelievers and sinners may see it and learn a lesson and turn to Allah Almighty. The sign of illness or suffering being a sign of mercy is that as a result of illness or affliction one turns to Allah Almighty and there is improvement and positive change in one's practical life. It is a sign of trial or persecution if the grievance turns to worldly causes and grief instead of returning to Allah Almighty. All these things have been proved in the light of Qur'an and Sunnah.

KEYWORDS: *Infectious diseases, COVID-19, Quran and Sunnah, Masjid, Azan, Star, Hand Shake.*

کرونا وائرس چونکہ تجربہ اور واقعات سے جان لیوا ثابت ہوا ہے لہٰذا اس کو جان لیوا وباقرار دینا درست ہے چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کرونا وائرس جن علاقوں میں پھیلا ہے تو اس علاقے کے لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے اور انہیں اللہ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے پھیلا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس قوم میں خیانت غالب ہو جائے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتے ہیں، جس قوم میں زنا عام ہو جائے ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے، جو قوم ناپ تول میں کمی کرے ان کا رزق کم کر دیا جاتا ہے، جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے اس میں قتل عام ہو جاتا ہے اور جو قوم بدعہدی کرتی ہے ان پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔[1]

بیماری کے متعدی ہونے کی دلیل: کچھ بیماریاں ایک فرد سے دوسرے افراد تک مختلف ذرائع سے پھیلتی ہیں۔ ان بیماریوں کو متعدی بیماریاں کہا جاتا ہے۔ مثلاً ڈینگی، ملیریا، تپ دق، نمونیا، کالی کھانسی، خسرہ اور طاعون وغیرہ۔ متعدی بیماریاں ہی وباؤں کا سبب بنتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرض کے متعدی ہونے، صفر کی نحوست اور ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں تو ایک دیہاتی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وجہ ہے کہ اونٹ ریت میں ہرنوں کی طرح صاف ہوتے ہیں پھر ان میں کوئی خارش زدہ اونٹ آتا ہے جو ان اونٹوں کو بھی خارش زدہ کر دیتا ہے (اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیماری متعدی ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے اونٹ کو

بیماری لگانے والا کون ہے؟[2] مذکورہ حدیث میں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ کوئی بیماری متعدی ہوسکتی ہے جبکہ مشاہدہ، تجربہ اور علم طب کے مطابق بہت ساری بیماریاں متعدی ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بعض بیماریوں میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جب کوئی تندرست آدمی کسی بیمار شخص کے پاس جاتا ہے تو اس کی بیماری تندرست آدمی میں خود بخود منتقل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی کی تقدیر اور مشیت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا تو آپ ﷺ نے "لاعدوی" جیسی احادیث میں اسی باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی بیماری اللہ تعالی کی مشیت کے بغیر فی نفسہ متعدی نہیں ہوتی بلکہ جب اللہ تعالی اس میں متعدی ہونے کی تاثیر ڈال دیتے ہیں اس وقت وہ دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے "فِرَّ مِنَ المجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ"۔[3] (مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔) اسی طرح آپ ﷺ کے فرمان "لا یورد ممرض علی مصح"۔[4] (بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔) جیسی حدیثوں میں متعدی سمجھی جانے والی بیماریوں میں مبتلا لوگوں اور جانوروں سے احتیاط کرنے کا حکم دیا تاکہ اگر کوئی اختلاط کے بعد بمشیت خداوندی بیمار ہو گیا تو اس کا اعتقاد خراب نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی بیماری اللہ کی تقدیر اور مشیت کے بغیر ایک دوسرے میں متعدی نہیں ہوتی۔ مشاہدے اور حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

نماز باجماعت و مساجد کے بارے میں احتیاط کی جائز و ناجائز حدود: حکومتی اداروں اور مساجد کی انتظامیہ کا فرض ہے کہ پریشانی کے اس ماحول میں مسلمانوں کا مورال بلند رکھیں، ایمان و یقین اور اللہ پر توکل کا درس دیں۔ ذکر، اذکار اور انفرادی دعاؤں پر زور دیں۔ یہ سمجھیں کہ ایسی آزمائشیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ مساجد کی صفائی ستھرائی اور دیگر حفاظتی و احتیاطی تدابیر پر خصوصی توجہ دیں۔ "عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ"۔[5] (حضرت عائشہ □ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکانات میں مسجد بنانے، ان کو پاک صاف رکھنے اور معطر رکھنے کا حکم فرمایا۔) صحت مند افراد پر مساجد کے دروازے بند کرنا مناسب نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا"۔[6] (اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو اللہ کی مسجدوں سے منع کرے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔) فرض نمازوں اور نماز جمعہ کے علاوہ دیگر اوقات میں مقامی حالات کے مطابق امن عامہ اور صحت کے لیے مساجد کو بند کیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ کرونا وائرس کے کنفرم مریض ہیں ان کے لیے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ فرمان نبوی ہے: لاَ يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ۔[7] (کوئی شخص اپنے بیمار اونٹوں کو کسی کے صحت مند اونٹوں میں بالکل نہ لے جائے۔) جب صحت مند اونٹوں کی حفاظت کے پیش نظر بیمار اونٹوں کو ریوڑ میں لانا جائز نہیں تو انسانی جان کی حفاظت اس سے کہیں زیادہ محترم اور مقدم ہے اس لیے وبائی مرض سے متاثر افراد نماز باجماعت میں شامل نہ ہوں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت (لہسن) میں سے کھایا ہو وہ شخص ہمارے پاس ہماری مسجد کے

قریب نہ آئے اور لہسن کی بدبو سے ہمیں اذیت نہ پہنچائے۔[8] اس حدیث کے مطابق لہسن کی بدبو کی وجہ سے مسجد میں آنا منع ہے جب تک منہ سے بدبو ختم نہ ہو۔اس لیے جو لوگ کرونا وائرس سے متاثر ہو چکے ہیں یا ان میں متاثر ہونے کی علامات پائی جا رہی ہیں انہیں مساجد میں آنے سے اجتناب کرنا چاہیے جب تک کہ ڈاکٹرز انہیں کلیئر نہ کر دیں کیونکہ وائرس کو پھیلانے کا نقصان بہر صورت لہسن کی بدبو سے کہیں بڑھ کر ہے۔اسی طرح ثقیف کے وفد میں کوڑھ کا ایک مریض بھی تھا جسے آپ نے پیغام بھیجا: ہم نے تمھاری بیعت لے لی ہے اس لیے تم لوٹ جاؤ۔[9] ایسے افراد جو کرونا وائرس کی علامات یا سابقہ کسی بیماری کی بنا پر خائف ہوں اور خطرہ محسوس کرتے ہوں کہ باجماعت نماز اور جمعہ میں حاضری سے مجھے نقصان ہو سکتا ہے یا میری وجہ سے کسی اور کو تکلیف ہو سکتی ہے تو ایسے شخص کے لیے مندرجہ ذیل حدیث کی بنا پر باجماعت نماز اور جمعہ میں حاضری سے رخصت ہے: "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"۔[10] (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی خود نقصان اٹھایا جائے۔)اسی طرح چھوٹے بچے، معمر و ضعیف بزرگ اور دیگر امراض میں مبتلا افراد کے لیے بھی مسجد میں حاضری سے رخصت ہے۔

وباء کے دنوں میں اذان دینے کی شرعی حیثیت اور السنة التركية[11] سے استدلال: اذان شریعت کی طرف سے عائد کردہ ایک عبادت ہے اور یہ صرف انہی مواقع پر کہنا مشروع اور عبادت ہے جن مواقع پر اسے کہنے کا ثبوت ملتا ہے۔اذان نماز کی طرف بلانے کے لیے ہے، مصیبت، آفت اور پریشانی، شیاطین کو بھگانے اور جادو توڑنے کے لیے اذان کہنا قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔وباء کے ایام میں اذان کہنا اور وہ بھی ایک مخصوص تعداد اور مخصوص اوقات میں کسی شرعی نص صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ذیل میں انتہائی اختصار کے ساتھ ان دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے جو وباء کے ایام میں اذان کہنے کے متعلق پیش کیے جاتے ہیں۔وباء کے خاتمے کے لیے مساجد یا گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر انفرادی یا اجتماعی طور پر اذانیں کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے۔تاہم بعض لوگ اس کے ثبوت کے لیے کچھ روایات پیش کرتے ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ذیل میں ان کا مختصر تجزیہ کیا جا رہا ہے: "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا أُذِّنَ فِي قَرْيَةٍ أَمَّنَهَا اللهُ مِنْ عَذَابِهِ ذَلِكَ الْيَوْمَ"۔[12] (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بستی میں اذان کہی جائے تو اس دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔) مذکورہ حدیث میں اذان کی تعداد، اذان دینے کے مقام اور اذان دینے کے مواقع کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ "عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَيُّمَا قَوْمٍ نُودِيَ فِيهِمْ بِالْأَذَانِ صَبَاحًا إِلَّا كَانُوا فِي أَمَانِ اللهِ حَتَّى يُمْسُوا، وَأَيُّمَا قَوْمٍ نُودِيَ عَلَيْهِمْ بِالْأَذَانِ مَسَاءً إِلَّا كَانُوا فِي أَمَانِ اللهِ حَتَّى يُصْبِحُوا"۔[13] (حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں بھی صبح کے وقت اذان کہی جائے تو وہ شام تک اللہ کی حفاظت میں ہوتی ہے اور جس قوم میں بھی شام کے وقت اذان کہی جائے تو وہ صبح تک

اللہ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ:مَا أُذِّنَ فِي قَوْمٍ بِلَيْلٍ إِلَّا أُمِنُوا الْعَذَابَ حَتَّى يُصْبِحُوا، وَلَا نَهَارًا إِلَّا أُمِنُوا الْعَذَابَ حَتَّى يُمْسُوا"۔[14](حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس قوم میں رات کے وقت اذان کہی جائے تو وہ صبح تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے اور جس قوم میں دن کے وقت اذان کہی جائے تو وہ شام تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے۔)"عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:نزل ادم بالهند واستوحش فنزل جبريل فنادى بالأذان الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله مرتين أشهد أن محمدا رسول الله مرتين قال ادم من محمد قال اخر ولدك من الأنبياء"۔[15]حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:آدم علیہ السلام ہند میں اترے اور انہوں نے اجنبی پن محسوس کیا(وحشت محسوس کی)تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور اذان کہی تو انہوں نے اذان میں یہ الفاظ پکارے:اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے،میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں(یہ الفاظ انہوں نے)دو مرتبہ پکارے(پھر کہا)میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں(یہ الفاظ بھی انہوں نے)دو مرتبہ پکارے تو آدم علیہ السلام نے کہا:محمد کون ہے؟تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا:آپ کی اولاد میں سے سب سے آخری نبی ہیں۔"عن علي بن أبي طالب وقال: قد جربته فوجدته كذلك، قال رآني النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَرَاكَ حَزِينًا، فَمُرْ بَعْضَ اهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِكَ؛ فَإِنَّهُ دَوَاءُ الْهَمِّ"۔[16](حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غمگیں دیکھا تو ارشاد فرمایا:اے علی!میں تجھے غمگیں پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غم و پریشانی کی دافع ہے۔)مذکورہ روایات میں اذان کی تعداد،مقام اور اذان کے مواقع کا ذکر نہیں ہے۔وباء کے ایام میں رات کے وقت گھر کی چھت پر اذان کہنا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ ایک نئی ایجاد کردہ بدعت ہے اور بدعت سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔اللہ کی طرف سے رحمت و شفاء اور اس طرح کے وبائی امراض سے چھٹکارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت کے ساتھ ہی مل سکتا ہے لہٰذا اس طرح کی نئی ایجاد کردہ بدعات و خرافات سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے۔قرآن و سنت سے یہ واضح ہے کہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطاء کریں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ لہٰذا دین کا ہر کام شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔یہ نہیں کہ کوئی آئے اور کوئی حکم امت پر نافذ کر کے چلا جائے۔لہٰذا ایسے مواقع پر اذان کا ترک کرنا ہی سنت یعنی السنة التركية ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا تقاضا کرنے والے امور کے موجود ہونے اور کسی مانع کے نہ ہونے کے باوجود اذان کا حکم نہیں دیا۔ احادیث ضعیفہ اس وقت قبول ہوتی ہیں جب قواعد مسلمہ سے تعارض نہ ہو۔مذکورہ مسئلے میں شرعی مسلمہ قاعدہ ہے کہ اذان فرض نمازوں کا خاصہ ہے لہٰذا ایسے مجال میں ضعیف احادیث قبول نہیں ہوں گی۔

وباء کے وقت اذان دینا اور فقہائے کرام کا مؤقف: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:"الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة دون ما سواها للنقل المتواتر"۔[17](تواتر سے یہی ثابت ہے کہ پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت ہے باقی کسی شے کے لیے نہیں۔)امام مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ واضح فرماتے ہیں کہ تواتر سے امت کا یہی عمل رہا ہے کہ وہ اذان صرف پانچ وقت کی نماز اور جمعہ کے لیے دیتی ہے اس کے علاوہ کسی اور شے کے لیے اذان نہیں دی گئی۔امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں "دون ما سواها"اس بات پر دلیل ہے کہ اس عبارت میں استحباب کی بھی نفی ہے اور وہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اذان صرف پانچ وقت کی نماز اور جمعہ کے لیے دی جاتی تھی باقی کسی شے کے لیے نہیں۔اسی لیے امام عینی رحمۃ اللہ علیہ جو شارح ہدایہ ہیں وہ ہدایہ کی اس عبارت کی شرح میں ایسا لفظ لائے ہیں جو اس عبارت کے عموم پر دلالت کرتا ہے وہ فرماتے ہیں:لم يؤذن عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ولا أحد من الأئمة بغير الصلوات الخمس والجمعة-[18](نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ میں سے کسی نے پانچ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ اذان نہیں دی۔)لہٰذا امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "لم يؤذن"فرما کر یہ واضح کر دیا کہ صاحب ہدایہ کی عبارت سے صرف سنت کی نفی نہیں بلکہ مطلقاً اذان کی نفی کی گئی ہے۔مذکورہ دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہاں منع فرمایا ہے کہ وباء کی حالت میں اذان نہ دی جائے؟اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو نفل اور دیگر نمازیں جیسے سورج گرہن اور چاند گرہن وغیرہ سے پہلے بھی اذان دینے سے منع نہیں کیا تو کیا ان نمازوں سے پہلے بھی اذان دینا جائز ہے؟اگر جائز نہیں تو منع دکھائیں اور اگر جائز ہے تو یہ اجماع امت کے خلاف ہے کیونکہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ تو اجماع نقل کر رہے ہیں کہ کسی نے کبھی اذان نہیں دی بلکہ وہ تو السنة التركية سے استدلال کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی امام نے کبھی اذان دی ہی نہیں لہٰذا یہ دلیل ہے کہ پانچ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ اذان دینا مشروع نہیں۔اسی طرح یہ اجماع دلیل ہے کہ السنة التركية بھی حجت ہے۔شریعت میں کسی بھی عمل کو جائز قرار دینے کے لیے ثبوت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔وباء کی حالت میں اذان دینا کسی قابل حجت حدیث سے ثابت ہی نہیں۔مذکورہ اعتراض قرآن کریم کی بعض آیات کے بھی خلاف ہے:"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"-[19](رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔)اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ جس میں دینے کی تصریح ہو وہ لو اب اگر یہ دلیل طلب کی جائے کہ منع کہاں ہے تو یہ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ جس طرح منع کے لیے دلیل چاہیے اسی طرح کرنے کے لیے بھی دلیل چاہیے۔امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وَلَيْسَ فِي هَذِهِ الصَّلَاةِ أَذَانٌ وَلَا إقَامَةٌ؛ لِأَنَّهُمَا مِنْ خَوَاصِّ الْمَكْتُوبَاتِ"-[20]نہیں ہے اس نماز(سورج گرہن)میں اذان اور نہ ہی اقامت کیونکہ وہ دونوں(اذان و اقامت)فرائض نمازوں کے خواص میں سے ہیں۔} امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ اس سے استدلال کر رہے ہیں کہ اس نماز میں اذان منقول ہی نہیں اور اذان و اقامت کو فرائض نمازوں کا خاصہ کہہ رہے ہیں۔خوف کے وقت اذان

دینے کو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مستحب قرار نہیں دیا۔اس کے برعکس کہنے والے فقہاء کرام کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔اس جھوٹ پر واضح دلیل سورج وچاند گرہن وغیرہ کا مسئلہ ہے تو ان نمازوں کے لیے فقہاء کرام کے نزدیک اذان مستحب کیوں نہیں؟ حالانکہ یہ بھی خوف کا وقت ہے۔ امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَكَذَا تُسْتَحَبُّ الصَّلَاةُ فِي كُلِّ فَزَعٍ: كَالرِّيحِ الشَّدِيدَةِ، وَالزَّلْزَلَةِ، وَالظُّلْمَةِ، وَالْمَطَرِ الدَّائِمِ؛ لِكَوْنِهَا مِنْ الْأَفْزَاعِ، وَالْأَهْوَالِ"۔[21](اسی طرح خوف کے وقت نماز پڑھنا مستحب ہے جیسے سخت ہوا کے وقت، زلزلہ، اندھیرا اور دائمی بارش کے وقت کیونکہ وہ خوف وڈر میں سے ہے۔)امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ تو خوف کے وقت نماز پڑھنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں نہ کہ اذان کہنے کو اب جو لوگ فقہاء کرام کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں وہ ہوش کے ناخن لیں۔اسی لیے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ علامہ علاءالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت: لَا يُسَنُّ لِغَيْرِهَا(فرائض نمازوں کے علاوہ اذان کہنا سنت نہیں ہے۔) پر تعلیق لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: أَيْ مِنْ الصَّلَوَاتِ وَإِلَّا فَيُنْدَبُ لِلْمَوْلُودِ۔[22](یعنی نمازوں میں سے اور نہیں تو پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اذان دینا مستحب ہے۔)اس عبارت پر غور کریں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ صرف بچے کے کان میں اذان دینے کا استثناء فرمارہے ہیں خوف کے وقت اذان دینے کا نہیں۔[23]امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أَنَّ مَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْوَاجِبِ وَالْبِدْعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَأْتِيَ بِهِ احْتِيَاطًا؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ لِتَرْكِ الْوَاجِبِ وَمَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْبِدْعَةِ وَالسُّنَّةِ يَتْرُكُهُ؛ لِأَنَّ تَرْكَ الْبِدْعَةِ لَازِمٌ وَأَدَاءُ السُّنَّةِ غَيْرُ لَازِمٍ"۔[24](بے شک جو شخص واجب اور بدعت میں متردد ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ ان میں احتیاط کو لائے اس لیے کہ واجب کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور جو آدمی سنت اور بدعت میں متردد ہو تو سنت کو ترک کردے اس لیے کہ بدعت کا ترک کرنا لازم ہے اور سنت لازم نہیں ہے۔)"وَمَا تَرَدَّدَ بَيْنَ الْبِدْعَةِ وَالْفَرِيضَةِ يَجِبُ أَدَاؤُهُ"۔(جو آدمی بدعت اور فرض میں متردد ہو تو فرض کا ادا کرنا واجب ہے۔)"هَذَا تَرَدُّدٌ بَيْنَ التَّطَوُّعِ وَالْبِدْعَةِ وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّهُ لَا يُؤْتَى بِمِثْلِهِ"۔(نفل اور بدعت میں اگر تردد ہو تو ہم نے اس کو بیان کردیا ہے اور اس کی کوئی مثال نہیں لائی جاسکتی۔)امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارات سے درج ذیل قواعد اخذ ہوتے ہیں: اگر کوئی فعل فرض وبدعت کے لحاظ سے متردد ہو یعنی اختلاف ہو تو فرض کو ادا کیا جائے گا۔اگر کسی فعل کے واجب وبدعت ہونے میں اختلاف ہو تو پھر بھی واجب والے قول پر عمل ہوگا کیونکہ واجب کو ادا کرنے میں ہی احتیاط ہے۔اگر کسی فعل میں سنت وبدعت کے اعتبار سے اختلاف ہو یعنی بعض سنت کہیں اور بعض بدعت تو اس فعل کو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بدعت کا چھوڑنا لازم ہے یعنی واجب ہے اور سنت پر عمل کرنا غیر لازم ہے۔اگر کوئی کسی فعل کو مستحب کہتا ہو اور دوسرا اس کو بدعت تو اس فعل کو ترک کرنا ہوگا کیونکہ بدعت کو چھوڑنا لازم ہے۔مذکورہ قواعد پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوجائے گی خوف کے وقت اذان نہ کہنا ہی قرآن وسنت اور احناف کے اصول کے موافق ہے۔ہم ہر موذی مرض میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیے گئے احکام پر عمل کریں گے تو اس میں ثواب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سنت نبوی پر عمل کرنے کی برکت سے ہمیں اس موذی مرض سے محفوظ فرما کر اس کا خاتمہ بھی فرمائے

گا۔قرآن کریم نے بھی یہی بیان فرمایاہے کہ نماز اور صبر کے ذریعے مدد طلب کریں۔لیکن اگر کوئی یہ خیال کرے کہ فقط گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اذان دینے سے وباء دور ہوجائے گی تو یہ خام خیالی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔یاد رہے! بیماری بھی اللہ کی طرف سے ہے اور شفاء بھی اللہ کی طرف سے ہے یہ فقط امتحان ہے تاکہ اس صورت میں انسان کا ردعمل جانچا جاسکے۔دین کی تکمیل ہوجانے کے بعد کسی نئے طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے شفاء کی امید رکھنا جسے نبی ﷺ نے نہ اپنایا ہو اور نہ ہی صحابہ وتابعین کا شعار رہا ہو تو ایسا عمل خود انسان کے لیے وبال بن سکتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان ان خرافات کو ترک کرے جن کا دین سے کوئی ربط وواسطہ نہیں اور ان طرق سے آزمائش کو رفع کرے جو حقیقی عبادت اور اہل ایمان کا شعار ہے۔

مصافحہ سے متعلق بدعت: جولوگ کہتے ہیں مصافحہ سنت ہے وہ درست کہتے ہیں مگر ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ نقصان کے اندیشے کے باوجود مصافحہ کرنا سنت ہے بلکہ یہاں مصافحہ نہ کرنا سنت ہے جیساکہ حدیث مبارکہ میں ہے:"عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ"۔[25](حضرت عمرو بن شرید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ثقیف کے وفد میں ایک جذامی آدمی تھا تو نبی ﷺ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہاری بیعت کرلی ہے تم واپس لوٹ جاؤ۔)رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے مقام سے ہی لوٹا دیا،نہ عملاً بیعت کی،نہ مصافحہ کیا اور نہ ہی سامنا کیا۔گویا ایسے موقعے پر مصافحہ کرنا نہیں بلکہ نہ کرنا سنت ہے۔دور حاضر میں بھی کسی وبا کی صورت میں افراد امت مصافحہ سے اجتناب برتتے ہیں تو اسے برا نہ جانا جائے بلکہ یہ عین سنت نبوی ہے اور امت کی حفاظت کے لیے لازم ہے۔جولوگ کہتے ہیں ایمان کے ہوتے ہوئے احتیاط کی کوئی ضرورت نہیں وہ غلط کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"فِرَّ مِنَ المجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الأَسَدِ"۔[26] (جذامی[27] سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔) گویا ایسے موقعے پر وائرس زدہ کا سامنا کرنا نہیں بلکہ اس سے بچنا سنت ہے۔اسی طرح جولوگ کہتے ہیں ہمیں اللہ پر توکل ہے اور احتیاط کی کوئی ضرورت نہیں وہ بھی غلط کہتے ہیں جیساکہ حدیث میں ہے:"قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ، أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ؟ قَالَ: اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ"۔[28](ایک شخص نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے؟ آپ ﷺ فرمایا: باندھو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔) گویا اسباب اختیار کرنا توکل ہے اسباب سے بے نیازی خلاف سنت یعنی البدعة التركية[29] ہے اور توکل بھی نہیں ہے جیساکہ آجکل پوری دنیا کروناوائرس کے خطرے کی زد میں ہے یہ مہلک وائرس وبا کی طرح پھیل کر انسانی جانوں کو متاثر کررہا ہے اس سے نجات کے لیے شریعت اسلامی کے رہنما اصولوں کو اپنانا ہوگا۔مصافحہ اور معانقہ کی بجائے صرف السلام علیکم ورحمة الله وبركاته کہا جائے۔مساجد میں صفوں کے درمیان فاصلہ رکھا جائے اور نماز باجماعت فرش پر ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے،نمازیں مساجد میں کھلی جگہ پر ادا کی جائیں تو بہتر ہوگا،نماز کی سنتیں گھر میں ادا کرکے آئیں اور نماز کے بعد کی سنتیں بھی گھر میں ادا کریں،

حکومت کی طرف سے جاری احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں، یہ تدابیر قطعی طور پر توکل علی اللہ کے خلاف نہیں ہیں بلکہ امت مسلمہ کے بچاؤ کی غرض سے اپنائے جانے والے یہ اقدامات عین اتحاد امت کے ضامن ہیں۔

ثریا ستارے سے متعلقہ بدعات: لوگوں میں ایک بدعت یہ پائی جاتی ہے کہ جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو زمین پر وبائی امراض ختم ہو جاتے ہیں اور علم فلکیات کے حساب سے ثریا ستارہ 12 مئی کو طلوع ہوتا ہے۔ احادیث میں موجود لفظ الْعَاهَةُ، لفظ ثریا اور لفظ نجم سے غلط استدلال کرتے ہوئے مذکورہ بدعت کو صحیح ثابت کرنے کی غلط کوشش کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں احادیث سے دو قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، پہلی قسم کے دلائل کا تعلق پھلوں اور ان کی پختگی و درستگی سے ہے جن کا کسی قسم کی بیماری سے کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ دوسری قسم کے دلائل ضعیف ہیں اور ان سے استدلال باطل ہے۔ ستارے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان بلکہ یہ تو شان باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اللہ کو چھوڑ کر ستاروں سے امید لگانا صریح شرک ہے اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

پہلی قسم کے دلائل: "عَنْ ابْنَ عُمَرَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ، فَقَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تَذْهَبَ الْعَاهَةُ قُلْتُ: وَمَتَى ذَاكَ؟ قَالَ: حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا"۔[30] (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پھلوں کی فروخت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ نے الْعَاهَة ختم ہو جانے تک پھلوں کی بیع سے منع کیا۔ راوی نے کہا: یہ کب ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا: جب ثریا ستارہ ظاہر ہوتا ہے۔) درحقیقت یہ حدیث پاک مشہور فقہی مسئلہ بدو صلاح سے متعلق ہے۔ ذخیرہ احادیث میں جہاں محدثین کرام خرید و فروخت سے متعلقہ احادیث طیبہ درج کرتے ہیں وہاں تمام کتب حدیث میں یہ حدیث مبارکہ تھوڑے بہت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ موجود ہے لیکن مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کے تیار ہونے سے پہلے اس کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب پھل ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ آفات اس پر زیادہ اثر انداز نہ ہوں جو عموماً فصلوں کو لگتی ہیں تو اسے بیچنا چاہیے جب تک پھل تیار نہ ہوں بیچنا منع ہے اور اس میں فساد ہے نیز خریدنے والے کا نقصان ہے۔ اس حدیث کو موجودہ حالات پر منطبق کرنا حدیث پاک کے مفہوم سے نادانی اور ناواقفیت کی علامت ہے۔ مذکورہ حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھلوں کو بیماری لگ جاتی ہے تو جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو وہ بیماری ختم ہو جاتی ہے اور پھلوں کی بیماری عام ہے یعنی لوگوں میں بھی بیماری پھیلی ہوئی ہو تو ثریا ستارہ طلوع ہونے سے بیماری ختم ہو جاتی ہے اور ماہر فلکیات کہتے ہیں کہ مئی کے درمیانی عشرہ یعنی گیارہ دن گزرنے کے بعد ثریا طلوع ہوتا ہے۔ اگر اس طرح سے استدلال کیا جانے لگے تو دنیا کے لوگوں کو پھل کھانے کے لیے سال بھر انتظار کرنا پڑے گا اور طلوع ثریا کے بعد ہی کوئی پھل بیچ سکے گا اور کھا سکے گا۔ ٹھنڈے موسم میں جو پھل تیار ہو گا اس کا بیچنا حرام ہو جائے گا کیونکہ ثریا تو طلوع نہیں ہوا اور پھل کی وبائی بیماری ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ایسی سوچ بچگانہ ہے اور اس پر عمل کے نقصانات دنیاوی لحاظ سے بھی واضح ہیں اور دینی اعتبار

سے بھی ایسی خرافات کی دین میں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اس میں توکل علی اللہ اولین شرط ہے۔ دراصل مذکورہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جب پھل پک کر تیار ہو جائے تب بیچا جائے تاکہ خریدنے والے کو درست پھل مل سکے اگر پھل تیار ہونے سے پہلے کسی کو بیچ دیا جائے تو ممکن ہے وہ ہوا، بارش، طوفان اور موسم سے متاثر ہو کر خراب ہو جائے اور خریدنے والے کو نقصان ہو جائے۔ اس لیے حدیث میں وارد لفظ الْعَاهَة کا مطلب پھل تیار اور پختہ ہو جانا یعنی کھانے اور ذخیرہ کرنے کے قابل ہو جانا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے پھلوں کو ان کی پختگی اور بہتری ظاہر ہو جانے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔[31] اس حدیث میں صَلاَح کا جو لفظ آیا ہے جس کے معنی پختگی اور بہتری ظاہر ہونے کے ہیں دراصل یہی معنیٰ الْعَاهَة کا ہے اور اس کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَحِهَا قَالَ: حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ"۔[32] (نبی ﷺ نے پھلوں کے پکنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے جب آپ سے صلاح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہاں تک کہ نقصان کا اندیشہ نہ رہے۔) شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے متعلق واضح روایت ذکر کی ہے: "أن النبي نهى عن بيع الثمار في الحقول أو الحدائق قبل أن يبدو صلاحها ويعرف أنها سالمة من العاهات والآفات"۔[33] نبی ﷺ نے کھیتوں یا باغیچوں میں پھلوں کی درستگی (پکنے) سے پہلے بیچنے سے منع کیا ہے یہاں تک کہ پھلوں کے نقصان اور آفت سے سلامتی کا یقین نہ ہو جائے۔} اسی طرح ایک اور روایت سے یہ بات بالکل پوری طرح صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے پھل پختہ ہونے سے پہلے بیچنے سے منع اور ثریا طلوع ہونے کا مطلب کیا ہے؟ "كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ المُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مُرَاضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ، عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ: فَإِمَّا لاَ، فَلاَ تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُ الثَّمَرِ كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ: لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الأَصْفَرُ مِنَ الأَحْمَرِ"۔[34] {رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت (درختوں پر پکنے سے پہلے) کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا اور مالک (قیمت کا) تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے لگتے کہ پہلے ہی اس کا گابھا خراب اور کالا ہو گیا، اس کو بیماری لگ گئی، یہ تو ٹھٹھر گیا پھل بہت ہی کم آئے۔ اسی طرح مختلف آفتوں کو بیان کر کے مالکوں سے جھگڑتے (تاکہ قیمت میں کمی کرا لیں) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اس طرح کے مقدمات بکثرت آنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس طرح جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم لوگ بھی میوہ کے پکنے سے پہلے ان کو نہ بیچا کرو۔ گویا مقدمات کی کثرت کی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ بطور مشورہ فرمایا تھا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے تھے جب تک ثریا ستارہ طلوع نہ ہو جاتا اور زردی و سرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔ جس طرح ہمارے ملک اور علاقوں میں آم کے باغوں کی فصل تیار ہونے سے بہت پہلے ہی فروخت کر دی جاتی ہے اسی طرح مدینہ منورہ وغیرہ عرب کے پیداواری علاقوں میں کھجور یا انگور کے باغات اور

درختوں کے پھل تیاری سے پہلے فروخت کر دیے جاتے تھے اور کھیتوں میں پیدا ہونے والا غلہ بھی تیاری سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ کیونکہ اس میں خطرہ اور امکان ہے کہ فصل پر کوئی آفت آجائے مثلاً تیز آندھیاں یا آسمان سے گرنے والے اولے غلہ یا پھلوں کو ضائع کر دیں یا ان میں کوئی خرابی اور بیماری پیدا ہو جائے تو بیچارے خریدنے والے کو بہت نقصان ہو گا، پھر اس کا بھی خطرہ ہے کہ قیمت کی ادائیگی کے بارے میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہو۔ بہر حال اس طرح کی خرید وفروخت میں مفاسد وخطرات ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ مذکورہ حدیث کے آخری الفاظ بتلا رہے ہے کہ ثریا ستارے کا طلوع ہونا کسی بیماری کے ختم ہونے کی وجہ نہیں ہے بلکہ اس بات کا محض گمان ہے کہ بلاد حجاز میں گرمی شروع ہو گئی اب ان ممالک میں گرمیوں کے پھل پک کر تیار ہو گئے ہوں گے۔ دنیا میں بہت سے پھل ٹھنڈے موسم میں بھی تیار ہوتے ہیں اور پھر گرمیوں کی شروعات وانتہا تمام ممالک میں مختلف ہو سکتے ہیں اس لیے ان تمام احادیث سے مراد یہ ہے کہ لوگ پھل لگائیں تو اس کو اچھی طرح تیار اور پکنے دیں پھر بیچیں۔ اس سے پھل کی فصل سے حقیقی فوائد بھی حاصل ہوں گے اور اعمال بھی بدنیتی سے پاک رہیں گے۔

دوسری قسم کے دلائل: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا طَلَعَ النَّجْمُ صَبَاحًا قَطُّ، وَتَقُومُ عَاهَةٌ، إِلَّا رُفِعَتْ عَنْهُمْ أَوْ خَفَّتْ"۔[35] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب صبح کے وقت ستارہ (ثریا) طلوع ہوتا ہے اور اس وقت جو قوم جس بیماری میں مبتلا ہوتی ہے تو وہ بیماری سرے سے ختم ہو جاتی ہے یا اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ ذَا صَبَاحٍ، رُفِعَتِ الْعَاهَةُ"۔[36] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب ستارہ (ثریا) طلوع ہوتا ہے تو شہر والوں سے بیماری ختم کر دی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیماری بھی اللہ کی جانب سے آزمائش کی صورت میں بھیجی جاتی ہے اور مقررہ وقت پر شفا بھی اللہ کی طرف سے آتی ہے لیکن انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اسباب تیار کرے اور حتی المقدور دفاع کرے۔ بیان کردہ حدیث ضعیف اور حدیث کے ردوقبول کے معیارات پر پورا نہیں اترتی۔ دوسری قسم کے دلائل ضعیف ہیں لہٰذا ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا اور تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایسی کوئی صحیح بات نہیں ہے کہ جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو زمین سے وبائی امراض ختم ہو جاتے ہیں اور اس کی دلیل السنة التركية ہے کیونکہ آپ ﷺ نے مقتضی کے ہونے اور کسی مانع کے نہ ہونے کے باوجود ایسا کچھ نہیں فرمایا۔ اسی طرح ثریا ستارے کو متبرک سمجھنا اور اسے بیماریوں کے لیے نجات ماننا مثلاً کرونا کی وبا کے اس دور میں بہت سے کم علم لوگ ضعیف احادیث کا سہارا لیتے ہوئے ثریا ستارے کے طلوع ہونے کو وبا کے خاتمے کی وجہ قرار دیتے ہیں اور ضعیف احادیث کی نہ صرف پیروی کرتے ہیں بلکہ عوام الناس کی گمراہی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی صحیح بات نہیں ہے کہ جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو زمین سے وبائی امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ معاملات کا تعلق دل سے

ہے۔دل میں ٹیڑھ آجائے تو کوئی عمل خواہ وہ کسی بھی نیت سے کیا گیا ہو قابل قبول نہیں ہوتا۔یہی معاملہ بدعات کا ہے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور جو معاملہ شک میں ڈالے اس کی تحقیق کی جائے اور اس معاملہ میں ضد کو آڑے نہ آنے دیا جائے۔امت مسلمہ کا اتحاد اسی صورت ممکن ہے اگر وہ بدعات کے ترک پر آمادہ ہو اسی صورت میں امت مسلمہ کی فتنوں اور فرقوں سے پاک ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔

وبائی امراض میں ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟ وبائی امراض میں مسلمانوں کو چاہیے کہ صبر واستقامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کریں۔توبہ واستغفار اور اپنے گناہوں پر خوب ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے گڑ گڑائیں، حقوق اللہ، حقوق العباد اور نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات کی کثرت کا بھی اہتمام کریں۔بحیثیت مسلمان ان وباؤں سے بچنے کے لیے ظاہری جائز اسباب وتدابیر اختیار کریں اور مسلمان دین دار ڈاکٹرز کی ہدایات پر عمل کریں۔اس کے ساتھ اس حقیقی سبب کی طرف بھی متوجہ ہوں اور اسی پر توکل کریں ایسے وقت میں ثابت قدم رہیں، ایک دوسرے کو حوصلہ دیں اور بے جا توہم پرستی کا شکار نہ ہوں۔صبح وشام سنت نبوی سے ثابت دعاؤں کا اہتمام کریں جن میں سے چند ایک دعائیں درج ذیل ہیں:

(1) "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ"۔[37] **(میں اللہ کے کلمات تامہ کے ساتھ ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔)**

(2) "بِاسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"۔[38]

(3) "اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ"۔[39] **(اے اللہ میرے بدن میں عافیت عطا فرما، میری سماعت میں عافیت عطا فرما، میری بصارت میں عافیت عطا فرما، آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔)**

(4) **"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُونِ، وَالْجُذَامِ، وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ"۔[40] (اے اللہ! میں برص، جنون، کوڑھ اور ہر بدترین بیماری سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔)** مذکورہ دعاؤں کے ساتھ درود ابراہیمی اور دیگر اذکار جو قرآن وسنت سے ثابت ہوں، کا اہتمام کریں ان شاء اللہ تمام وبائی، روحانی اور جسمانی امراض سے حفاظت ہوگی۔

نتائج: وبائی امراض اور اس سے بچنے کی احتیاطی تدابیر کے بارے میں شرعی احکام سمجھنا بہت ضروری ہے۔وبائی امراض کی وجہ حقوق اللہ وحقوق العباد میں کوتاہی اور اللہ کے عذاب سے صرف نظر کرتے ہوئے اعلانیہ گناہوں کی کثرت وجرأت ہے۔جب کوئی قوم کھل کر دینی احکام میں اجتماعی طور پر غفلت کا شکار ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں مختلف طریقوں میں سے کسی طریقے سے ڈرا کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔زمانہ جاہلیت میں بعض بیماریوں میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ جب کوئی تندرست آدمی کسی بیمار شخص کے پاس جاتا ہے تو اس کی بیماری تندرست آدمی میں خود بخود منتقل ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مشیت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا جبکہ کوئی بھی بیماری اللہ کی تقدیر

اور مشیت کے بغیر ایک دوسرے میں متعدی نہیں ہوتی۔ کروناوائرس تجربات وواقعات سے جان لیوا ثابت ہوا ہے لہٰذا اس کو جان لیوا باقرار دینا درست ہے۔

سفارشات: محکمہ صحت کی طرف سے جاری کردہ احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا بہت ضروری ہے لہٰذا ان دنوں میں عوامی اجتماعات، محافل اور کانفرنسز میں شرکت سے احتیاط برتی جائے کیونکہ یہ سب نفلی کام ہیں اور ان کو عارضی طور پر روکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو لوگ کروناوائرس کے کنفرم مریض ہیں وہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے پرہیز کریں۔ وباء کے خاتمے کے لیے مساجد یاگھروں کی چھتوں پر چڑھ کر انفرادی یااجتماعی طور پر اذانیں نہ دی جائیں۔ نقصان کے اندیشے کے پیش نظر مصافحہ کرنے اور گلے ملنے سے احتراز کیا جائے۔ وبائی امراض میں مسلمان صبر واستقامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کریں، ثابت قدم رہیں، ایک دوسرے کو حوصلہ دیں اور بے جا توہم پرستی کا شکار نہ ہوں۔

حوالہ جات

---

[1]۔ مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی،موطأ مالك،أَبْوَابُ السِّيَرِ، رقم الحدیث 862،ص 308،المکتبہ العلمیہ، بیروت، لبنان،ط:ثانیہ، سن اشاعت ندارد۔

[2]۔ ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری،"المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم،كتاب السَّلَامِ،بَابُ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا نَوْءَ وَلَا غُولَ وَلَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ"، رقم الحدیث 2220،داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طباعت وسن اشاعت ندارد۔

[3]۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی،"الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه،كِتَابُ الطِّبِّ،بَابُ الجُذَامِ"، رقم الحدیث 5707،دار طوق النجاۃ،ط:اولی، 1422ھ۔

[4]۔ صحیح مسلم،"كتاب السَّلَامِ،بَابُ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا نَوْءَ وَلَا غُولَ وَلَا يُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ"، رقم الحدیث 2221۔

[5]۔ ابوداؤد سلیمان بن الاشعث،سنن أبي داود ت شعَيب الأرنؤوط،كتاب الصلاة،باب اتخاذ المساجد في الدور، رقم الحدیث 455،ج 01،ص 342،دارالرسالہ العالمیہ، بیروت، لبنان،ط:اولی، 1430ھ۔
حکم الحدیث: شیخ شعَيب الأرنؤوط رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، رقم الحدیث 2724،ج 06،ص 497، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب،ط:اولی، 1416ھ۔)

[6]۔ البقرۃ 114:02

[7]۔ صحیح البخاری، كِتَابُ الطِّبِّ،بَابُ لاَ هَامَةَ، رقم الحدیث 5771۔

[8]۔ صحیح مسلم،"كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ،بَابُ نَهْيِ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا أَوْ كُرَّاثًا أَوْ نَحْوَهَا"، رقم الحدیث 563۔

[9]۔ ایضا،"كتاب السَّلَامِ،بَابُ اجْتِنَابِ الْمَجْذُومِ وَنَحْوِهِ"، رقم الحدیث 2231۔

[10]۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی،سنن ابن ماجه ت شعيب الأرنؤوط،كِتَابُ الْأَحْكَامِ،بَابُ مَنْ بَنَى فِي حَقِّهِ مَا يَضُرُّ بِجَارِهِ، رقم الحدیث 2341،ج 03،ص 432،دارالرسالہ العالمیہ، بیروت، لبنان،ط:اولی، 1430ھ۔
حکم الحدیث: شیخ شعيب الأرنؤوط رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔ شیخ الالبانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔("سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها"، رقم الحدیث 250، ج 01،ص 498۔)

[11]۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ السنة التركية کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کام اپنی امت کے بیان کے لیے اس کے مقتضی کے ہونے اور کسی مانع کے نہ ہونے کے باوجود چھوڑ دینا۔ لہٰذا وہ تمام امور السنة التركية سے خارج ہو جائیں گے جن کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدم قدرت کی بنا پر ترک کیا یا ایسے امور جن کو ترک کرنے کے اس وقت کے حالات متقاضی تھے یا کوئی مانع موجود تھا یا ایسے امور جن کو آپ نے کسی خصوصیت کی وجہ سے ترک کیا۔ اسی طرح وہ کام ''ترک النبی'' میں شامل نہ ہوں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کاموں کا وجود بالکل نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑے کیونکہ ان میں اختیار کا عنصر موجود نہیں تھا۔

لٰہذا گاڑی پر سواری نہ کرنے، خیراتی ادارے نہ بنانے اور رسالے شائع نہ کرنے سے ان اشیاء کی نفی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ اشیاء دورِ رسالت میں موجود ہی نہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان اشیاء پر قادر نہ تھے۔ ان اشیاء کا حکم دوسرے دلائل سے معلوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار صرف ''ترک'' پر ہی نہیں ہے بلکہ دیگر دلائل بھی موجود ہیں۔

12۔ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی، المعجم الكبير، بَابُ الْأَلِفِ، وَمِمَّا أَسْنَدَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، رقم الحدیث 746، ج 01، ص 257، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، مصر، ط: ثانیہ، سن اشاعت ندارد۔

سند الحدیث: "حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ شُعَيْبٍ الْبَصْرِيُّ، ثنا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ"۔

حکم الحدیث: یہ روایت سند کے اعتبار سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی بَكْرُ بْنُ مُحَمَّد الْقُرَشِي مجہول الحال ہے۔ علامہ نورالدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کے متعلق لکھا ہے: لَمْ أَعْرِفْهُ۔ ("مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ فَضْلِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ"، رقم الحدیث 5489، ج 03، ص 242، مکتبہ القدسی، قاہرہ، مصر، طباعت ندارد، 1414ھ۔) اسی طرح اس حدیث کی سند میں ایک راوی عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْد ضعیف ہے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ راوی کو ضعیف کہا ہے۔ (تقريب التهذيب، حرف العين، ذكر من اسمه عبد الرحمن، رقم الراوی 3873، ص 341، دار الرشید، سوریا، ط: اولی، 1406ھ۔) یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ راوی کو ضعیف کہا ہے۔ (ابو محمد عبدالرحمان بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، باب العين، باب كل اسم ابتداء حروفه عين، رقم الراوی 1123، ج 05، ص 237، دار احياء التراث العربي، بیروت، لبنان، ط: اولی، 1271ھ۔) شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ ("سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة"، رقم الحدیث 2207، ج 05، ص 231، دار المعارف، ریاض، سعودی عرب، ط: اولی، 1412ھ۔) کسی بھی روایت پر عمل کرنے کے لیے اس کا ثابت ہونا ضروری ہوتا ہے۔

13۔ طبرانی، المعجم الكبير، بَابُ الْمِيمِ، مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، رقم الحدیث 498، ج 20، ص 215۔

سند الحدیث: "حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَحْمَدَ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ عَبْدُ الْوَرَاثِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: ثنا دَاوُدُ بْنُ بَكْرٍ التُّسْتَرِيُّ، ثنا حِبَّانُ بْنُ أَغْلَبَ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ"۔

حکم الحدیث: مذکورہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی دَاوُدُ بْنُ بَكْر التُّسْتَرِي مجہول الحال ہے۔ ایک راوی حِبَّانُ بْنُ أَغْلَب بْن تَمِيم کو ابن ابی حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ (الجرح والتعديل، باب الحاء كل اسم ابتداء حروفه على الحاء، رقم الراوی 1323، ج 03، ص 297۔) اسی طرح عَنْ أَبِيهِ یعنی أَغْلَب بْنِ تَمِيم بھی ضعیف ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث لکھا ہے۔ (التاريخ الكبير، باب الالف، رقم الراوی 1720، ج 02، ص 70، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدر آباد دکن، ہند، طباعت وسن اشاعت ندارد۔) شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کو ضعیف جدا کہا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة، رقم الحدیث 2606، ج 06، ص 114۔)

14۔ ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی، المصنف، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ، رقم الحدیث 1873، ج 01، ص 487، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط: ثانیہ، 1403ھ۔

سند الحدیث: "عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ"۔

حکم الحدیث: اس کی سند منقطع ہے۔ سند میں موجود محمد بن یوسف راوی کی اپنے دادا سے ملاقات ثابت نہیں۔ کیونکہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئے ہیں جبکہ محمد بن یوسف نے حضرت عثمان کا زمانہ نہیں پایا۔ ("نثل النبال بمعجم الرجال الذين ترجم لهم فضيلة الشيخ المحدث أبو إسحاق الحويني جُمع من كتب الشيخ أبي إسحاق الحويني، جمعه ورتبه: أبو عمرو أحمد بن عطية الوكيل، فيمن ابتداءُ اسمِهِ بحرف الميم"، رقم الرادی 3671، ج 03، ص 296، دار ابن عباس، مصر، ط: اولی، 1433ھ۔) شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایک کمزور مؤقف ہے کیونکہ ایک تو محمد بن یوسف کی حدیث کی کوئی متابعت نہیں ہے جیسا کہ یہ بات امام بخاری نے فرمائی ہے دوسرا اس کی کوئی ایسی روایت بھی نہیں ہے جو اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہو۔ ("سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة"، الالبانی، ج 05، ص 231۔)

15۔ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر، تاريخ دمشق، ج 07، ص 437، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، طباعت ندارد، 1415ھ۔

سند الحدیث: "الواعظ نا أحمد بن سلمان النجاد نا محمد بن عبد الله بن سليمان نا علي بن بهرام الكوفي نا عبد الملك بن أبي كريمة عن عمرو بن قيس عن عطاء"۔

حکم الحدیث: یہ روایت بھی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن سلیمان کوفی ہے جس کے متعلق امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول ہونے کا حکم لگایا ہے۔ (ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، رقم الراوی 7769، ج 03، ص 602، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ط: اولی، 1382ھ۔) مجہول شخص کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ ("سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة"، رقم الراوی 403، ج 01، ص 579۔)

16۔ علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف المتقی الہندی، "كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الكتاب الثاني من حرف الهمزة، كتاب الأذكار، باب في الدعاء، فصل في أدعية مؤقتة، أدعية الهم والخوف"، رقم الحدیث 5000، ج 02، ص 657، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ط: خامسہ، 1401ھ۔

سند الحدیث: "قال الديلمي: أنبأنا الشيخ الحافظ أبو جعفر محمد بن الحسن بن محمد وقال: قد جربته فوجدته كذلك، أنبأنا السلمي محمد بن الحسين وقال: قد جربته فوجدته كذلك، أنبأنا عبد الله بن موسى السلامي البغدادي وقال: قد جربته فوجدته كذلك، أنبأنا الفضل بن العباس الكوفي وقال: قد جربته فوجدته كذلك، ثنا الحسين بن هارون الضبي وقال: قد جربته فوجدته كذلك،

حدثنا عمر بن حفص بن غياث وقال: قد جربته فوجدته كذلك، ثنا أبي وقال: قد جربته فوجدته كذلك، ثنا جعفر بن محمد وقال: قد جربته فوجدته كذلك، حدثنا علي بن الحسين وقال: قد جربته فوجدته كذلك، ثنا أبي وقال: قد جربته فوجدته كذلك حدثنا علي بن أبي طالب"۔

حکم الحدیث: یہ روایت من گھڑت ہے اس حدیث کی سند میں ایسے راوی ہیں جو وضع احادیث میں معروف ہیں مثلاً ایک راوی ابو عبدالرحمن محمد حسین السلمی ہے جس کے بارے امام محمد بن یوسف قطان فرماتے ہیں یہ صوفیاء کے لیے احادیث گھڑا کرتا تھا۔(الذھبی،ميزان الاعتدال في نقد الرجال،رقم الراوی7419،ج03،ص523۔)امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی کتب میں من گھڑت احادیث وحکایات ہیں ائمہ نے اسے زندیق قرار دیا ہے۔(ابو سہل محمد بن عبدالرحمان المغراوی،موسوعة مواقف السلف في العقيدة والمنهج والتربية،ج06،ص55،المکتبہ الاسلامیہ للنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر،ط:اولی، سن اشاعت ندارد۔)اسی طرح اس سند میں ایک راوی عبداللہ بن موسیٰ السلامی جو کہ کذاب ہے۔(الذھبی،ميزان الاعتدال في نقد الرجال،حرف العين،رقم الراوی4632،ج02،ص509۔)نیز اس روایت میں گھر کی چھت کے بجائے کان میں اذان کہنے کا ذکر ہے۔یہ روایت بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

17۔ابوالحسن علی بن ابو بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی،الهداية في شرح بداية المبتدي،كتاب الصلاة،باب الأذان،ج01،ص43،داراحیاءالتراث العربی،بیروت، لبنان، طباعت وسن اشاعت ندارد۔

18۔ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بدرالدین العینی،البناية شرح الهداية،كتاب الصلاة،باب الأذان،ما يشرع له الأذان من الصلوات،ج02،ص78،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان،ط:اولی،1420ھ۔

19۔الحشر 7:59

20۔ علاءالدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی،"بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كِتَابُ الصَّلَاةِ،فَصْلٌ صَلَاةُ الْكُسُوفِ وَالْخُسُوفِ"،ج02،ص282،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان،ط:ثانیہ، 1406ھ۔

21۔ایضا۔

22۔ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین،"رد المحتار على الدر المختار،كِتَابُ الصَّلَاةِ"،ج01،ص385،دارالفکر،بیروت،لبنان،ط:ثانیہ،1412ھ۔

23۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عبارت کے بعد امام الرَّمْلِي رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذکر کی ہے جس میں ہے کہ کتب شافعیہ میں ذکر ہے کہ خوف کے وقت اذان دینا سنت ہے۔علامہ شامی کی اس عبارت کو بعض لوگ غلط پیش کررہے ہیں کیونکہ وہ پوری عبارت نقل نہیں کررہے حالانکہ علامہ شامی کی اس عبارت میں چار نقاط بڑے اہم ہیں۔پہلا نقطہ: آپ کی عبارت سے واضح ہے کہ خوف وغیرہ کے وقت اذان دینے کا ثبوت فقہاء احناف کی کتب میں نہیں بلکہ شافعیہ کی کتب میں ہے۔لہٰذا اس عبارت سے تو یہ ثابت ہورہا ہے کہ فقہاء احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔جیسا کہ امام عینی، مرغینانی اور کاسانی رحمۃ اللہ علیہم کی بھی نصوص گزرچکی ہیں۔دوسرا نقطہ: اس پوری عبارت کے آخر میں علامہ شامی ایک ایسا کلمہ نقل کرتے ہیں جس سے اس عبارت کا رد واضح ہو جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:لَكِنْ رَدَّهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِ الْعُبَابِ۔{لیکن (ان مواقع میں اذان دینے) کو ابن حجر (ہیتمی شافعی) نے (اپنی کتاب) الْعُبَاب کی شرح میں رد کیا ہے۔} لہٰذا علامہ شامی تو اس عبارت کا اقرار نہیں کررہے بلکہ پوری عبارت نقل کررہے ہیں جس میں رد کا ذکر بھی آگیا۔تیسرا نقطہ: علامہ شامی نے اسی عبارت کے آخر میں ایک اصول ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:"لِأَنَّ مَا صَحَّ فِيهِ الْخَبَرُ بِلَا مُعَارِضٍ فَهُوَ مَذْهَبٌ لِلْمُجْتَهِدِ وَإِنْ لَمْ يُنَصَّ عَلَيْهِ"۔{کیونکہ جس میں بغیر تعارض کے صحیح خبر (حدیث) وارد ہو پس وہی مجتہد کا مذہب ہوتا ہے اگرچہ اس نے اس مسئلہ پر نصاًنہ فرمایا ہو۔} قاعدے پر غور کریں علامہ شامی فرمارہے ہیں کہ ہم صرف اسی پر عمل کریں گے جس میں صحیح حدیث وارد ہو اور متعارض بھی نہ ہو لہٰذا علامہ شامی نے یہ قاعدہ بیان کرکے واضح فرمادیا کہ وہ خوف کے وقت اذان دینے کے قائل نہیں ہیں جب تک صحیح حدیث بغیر تعارض کے موجود نہ ہو۔علامہ شامی کی نقل کردہ عبارت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو لوگ اس مسئلے کو ابن حجر ہیتمی شافعی کی طرف منسوب کررہے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انہوں نے خود اس کا رد کیا ہے۔چوتھا نقطہ: اس پوری عبارت واصول کے بعد پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بیان کیا جو کہ شَرْحِ الْمِشْكَاة (مرقاۃ المفاتیح) میں ہے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کا بھی لیکن اقرار نہیں کیا تو اصول کے بعد یہ عبارت ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ ان کے ہاں جب تک صحیح حدیث بغیر تعارض کے نہ ملے تب تک اس مسئلے پر عمل نہیں ہوگا اگرچہ ملا علی قاری نے اقرار بھی کیوں نہ کیا ہو۔

24۔محمد بن احمد بن ابو سہل السرخسی،"المبسوط،كِتَابِ الصَّلَاةِ،كِتَابُ السَّجَدَاتِ،زِيَادَةَ مَا دُونَ الرَّكْعَةِ قَبْلَ إكْمَالِ الْفَرِيضَةِ"،ج02،ص80،دارالمعرفہ،بیروت،لبنان،طباعت ندارد،1414ھ۔

25۔ صحیح مسلم،كتاب السَّلَامِ،بَابُ اجْتِنَابِ الْمَجْذُومِ وَنَحْوِهِ،رقم الحدیث 2231۔

26۔ صحیح البخاری،كِتَابُ الطِّبِّ،بَابُ الجُذَامِ،رقم الحدیث 5707

27۔جسے کوڑھ کی بیماری ہوگئی ہو اور یہ ایسی بیماری ہے جس میں اعضاء جھڑ کر گرنے لگتے ہیں۔

28۔ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی،"الجامع المختصر من السنن عن رسول الله ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل،أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،بَابٌ"،رقم الحدیث 2517،ج04،ص668،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي،مصر،ط:ثانیہ،1395ھ۔

[29]۔ جس چیز کی شریعت میں اجازت دی گئی ہو اس کو جان بوجھ کر دین سمجھتے ہوئے ترک کر دینا چاہے وہ مباح، مستحب یا واجب کو ترک کرنا ہو لیکن ضروری ہے کہ یہ ترک تعبد کے طور پر ہو۔ دین کے احکامات پر عمل کرنے کو ترک کرنا، مسلمانوں کا "ستر" ڈھانپنے کو ترک کرنا، زکوۃ نکالنا ترک کرنا، حکمرانوں کا زکوۃ وصول کرنے اور عامل مقرر کرنے کو ترک کرنا وغیرہ دور حاضر میں البدعة التركية کی مثالیں ہیں۔

[30]۔ ابو عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، "مسند الإمام أحمد بن حنبل ،مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ ،مُسْنَدُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا "، رقم الحدیث 5105، ج09، ص119، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، ط: اولی، 1421ھ۔

[31]۔ صحیح البخاری، "كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ، أَوْ نَخْلَهُ، أَوْ أَرْضَهُ، أَوْ زَرْعَهُ، وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ العُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ، فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ"، رقم الحدیث 1487۔

[32]۔ ایضا، رقم الحدیث 1486۔

[33]۔ محمد ناصر الدین الالبانی، "غاية المرام في تخريج أحاديث الحلال والحرام"، رقم الحدیث 370، ص213، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط: ثالثہ، 1405ھ۔

حکم الحدیث: شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[34]۔ صحیح البخاری، "كِتَابُ البُيُوعِ، بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا"، رقم الحدیث 2193۔

[35]۔ "مسند الإمام أحمد بن حنبل، مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ، مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ"، رقم الحدیث 9039۔

حکم الحدیث: شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ("ضعيف الجامع الصغير وزيادته"، رقم الحدیث 5096، ص736، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، طباعت و سن اشاعت ندارد۔)

[36]۔ "مسند الإمام أحمد بن حنبل، مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ، مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ"، رقم الحدیث 8495۔

حکم الحدیث: شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ("سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة"، رقم الحدیث 397، ج01، ص573۔)

[37]۔ صحیح مسلم، "كتاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابٌ فِي التَّعَوُّذِ مِنْ سُوءِ الْقَضَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَغَيْرِهِ"، رقم الحدیث 2708۔

[38]۔ ابو عبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم، "المستدرك على الصحيحين، كِتَابُ الدُّعَاءِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالذِّكْرِ"، رقم الحدیث 1895، ج01، ص695، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط: اولی، 1411ھ۔

حکم الحدیث: امام الحاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے ("صحيح الجامع الصغير وزياداته"، رقم الحدیث 5745، ج02، ص1002، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، طباعت و سن اشاعت ندارد۔)

[39]۔ "سنن أبي داود ت شعَيب الأرنؤوط، أَبْوَابُ النَّوْمِ، باب ما يقول إذا أصبح"، رقم الحدیث 5090، ج02، ص421۔

حکم الحدیث: شیخ شعَيب الأرنؤوط رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، "صحيح الأدب المفرد للإمام البخاري ت الالباني، باب الدعاء عند الكرب"، رقم الحدیث 262، ص260، دار الصدیق للنشر والتوزیع، ط: رابعہ، 1418ھ۔)

[40]۔ "سنن أبي داود ت شعَيب الأرنؤوط، أبواب فضائل القرآن، باب في الاستعاذة"، رقم الحدیث 1554، ج02، ص650۔

حکم الحدیث: شیخ شعَيب الأرنؤوط رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے ("صحيح الجامع الصغير وزياداته"، رقم الحدیث 1281، ج01، ص275۔)

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.